امام اعظم ابوحنیفہ اور علم حدیث

(مولانا تقی الدین صاحب ندوی، مظاہری)

نام ونسب

نعمان نام، کنیت ابوحنیفہ، امام اعظم لقب، شجرہ نسب یہ ہے۔ نعمان بن ثابت بن زوطی عام طور پر امام صاحب کا عجمی النسل ہونا مسلّم ہے۔ خطیب بغدادی اور مورخ ابن خلکان نے امام صاحب کے پوتے اسمٰعیل کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا ہم لوگ فارسی نسل کے ہیں۔ ہمارے دادا امام ابوحنیفہ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ثابت بچپن ہی حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ انہوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے لئے دعا کی تھی۔ ہم کو امید ہے کہ وہ دعا بے اثر نہیں ہوئی[۱] سن پیدائش سنہ ۶۱ھ بھی بتایا گیا ہے[۲]

سکونت

کوفہ امام صاحب کا مولد ومسکن ہے جو اسلام کی وسعت وتمدن کا دیباچہ تھا۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علم نبوت کے تین مراکز تھے، مکہ، مدینہ، اور کوفہ، مکۂ معظمہ کے صدر معلم حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے اور مدینہ منورہ کے حضرت

۱؎ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۰۷

۲؎ مقدمہ اوجز المسالک ص ۵۶

عبداللہ بن عمرؓ اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے[1] حضرت علیؓ نے اس شہر کو دارالخلافہ بنایا۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کان اغلب قضایاہ بالکوفۃ علیؓ کے بیشتر فیصلے کوفہ سے صادر ہوئے تھے۔ کوفہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی قرآن و سنت کا دارالعلوم بن چکا تھا۔ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

ولما ذھب (علیؓ) الی الکوفۃ کان اھل الکوفۃ قبل ان یاتیھم قد اخذوا الدین عن سعد بن ابی وقاص وابن مسعود وحذیفۃ وعمار وابی موسیٰ وغیرھم ممن ارسلہ عمر الی الکوفۃ[3]

جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے ہیں تو آپ کے وہاں آنے سے پیشتر سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہم) سے (جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ روانہ کیا تھا) کوفہ والے علم دین حاصل کر چکے تھے۔

صحابۂ کرام میں سے ایک ہزار پچاس حضرات جن میں چوبیس وہ بزرگ بھی ہیں جو غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے، وہاں گئے اور سکونت اختیار کی[4]

امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلی المتوفیٰ ۲۶۱ھ نے اس سے زیادہ تعداد بتائی ہے، وہ کہتے ہیں کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آکر اترے تھے[5] علامہ نووی نے کوفہ کو دارالفضل والفضلاء کہہ دیا ہے[6]

تحصیل علم

امام صاحب بیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے ادب

---

[1] اعلام الموقعین

[2] حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۱۳۲

[3] منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۵۷

[4] فتح المغیث ص ۳۸۲

[5] فتح القدیر ج ۱۔ ص ۱۱

[6] شرح مسلم باب القرأۃ فی الظہر والعصر

اور اس کے بعد علم کلام حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد فقیہہ وقت امام حماد کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے۔ حضرت حماد جو مشہور امام اور استاد وقت تھے بڑے بڑے تابعین سے استفادہ کر چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو علم فقہ کا چلا آرہا تھا اس کا مدار انہیں پر رہ گیا تھا۔ حضرت حماد کا انتقال سنہ ۱۲۰ھ میں ہوا۔[1]

امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ و حدیث کی تحصیل کی ہے۔ لیکن خصوصیت سے حضرت حماد کے تربیت یافتہ ہیں۔ کوفہ میں کوئی محدث باقی نہ تھا جس کے سامنے امام صاحب نے زانوئے شاگردی تہہ نہ کیا ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے[2] علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں اور کردری نے مناقب ابی حنیفہ میں امام صاحب کے شیوخ و اساتذہ کے نام گنائے ہیں۔ اور مولانا عبدالحیؒ نے بھی التعلیق الممجد میں بہت سے شیوخ کا تعارف کرایا ہے۔

امام صاحب کے شیوخ کی ایک خصوصیت علامہ شعرانی کے اس بیان سے معلوم ہوتی ہے کہ امام صاحب نے جس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اس کو خیار تابعین سے حاصل کیا ہے، جس کی سند میں کوئی بھی راوی متہم بالکذب نہیں ہے۔ اگر امام صاحب کے مسلک کے دلائل میں کوئی ضعف بیان کیا گیا ہے تو وہ مابعد کے رواۃ کے لحاظ سے ہے۔ امام صاحبؒ کے شیوخ فقہ و حدیث دونوں کے جامع تھے[3]

حرمین وغیرہ کا سفر

اس زمانہ میں حج علمی استفادہ اور افادہ کا بڑا ذریعہ تھا۔ تمام ممالک اسلامیہ کے گوشے گوشے سے اہل کمال موسم حج میں وہاں آ آکر جمع ہو جاتے تھے اور درس و افتا کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ امام ابوالحسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے پچپن حج کئے تھے۔[4]

---

[1] السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی از مصطفیٰ سباعی

[2] شرح سفر السعادۃ

[3] مسند امام از خوارزمی

[4] مناقب الامام از موفق ج ۱ ص ۲۵۳

حرمین کے شیوخ میں سے عطا بن ابی رباح سے مکۂ معظمہ میں اور سالم بن عبداللہ اور سلیمان سے مدینۂ طیبہ میں خصوصیت سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام محمد بن علی باقر کی خدمت میں ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے حاضر رہے[۱] علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لے کر منصور عباسی کے زمانۂ خلافت تک جو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام مکۂ معظمہ ہی میں رہا بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا[۲] اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرض کہ عراق و حجاز دونوں جگہوں کی روایت کو حاصل کیا۔

تلامذہ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے تلامذہ کا احصار دشوار ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ بعض ائمہ نے کہا ہے ائمہ اسلام میں اتنے شاگرد و تلامذہ کسی اور امام کے نہیں ہوئے علامہ کردری نے آٹھ سو فقہا اور محدثین کو آپ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ جس طرح فقہا، میں امام ابو یوسف و امام محمد و امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ ہیں۔ اسی طرح محدثین میں عبداللہ بن مبارک، لیث بن سعد، امام مالک اور مسعر بن کدام اور صوفیا، میں فضیل بن عیاض اور داؤد طائی جیسے ائمہ کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے[۳]

امام صاحب نے اپنے اصحاب و تلامذہ کی ایک مجلس مرتب کی تھی جس میں مختلف مسائل پیش کئے جاتے تھے۔ غور و فکر کے بعد جب کسی نتیجہ پر سب لوگ متفق ہو جاتے تو اس کو قلم بند کیا جاتا۔ یہ مجلس چالیس ارکان پر مشتمل تھی[۴]

زہد و تقویٰ

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں پر سب سے زیادہ پارسا کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ابو حنیفہ۔ خود انہیں کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے

---

[۱] عقود الجمان۔ [۲] مناقب الامام ج ۲۔ ص ۲۴

[۳] مقدمہ اوجز ص ۶۸

[۴] حسن التقاضی از علامہ زاہد کوثری ص ۱۲

پڑھ کر کسی کو پارسا نہیں دیکھا۔ حالانکہ مال و دولت سے ان کی آزمائش کی گئی تھی۔ زربخری امام صاحب کے حالات بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افعال و اقوال اور اخلاق اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ صحابہ کرام میں افضل اور علم و تفقہ اور پرہیزگاری اور سخاوت میں سب سے آگے تھے۔ اسی طرح امام صاحب تابعین کی جماعت میں ہیں[1]

امام صاحب کی ایک اہم فضیلت

بخاری و مسلم اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے طبرانی نے حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ لو کان العلم بالثریا لتناوله اناس من ابناء فارس[2] اگر علم ثریا کے پاس ہو تو فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ آپؐ کی اس پیشین گوئی کے اولین مصداق علامہ سیوطی، ابن حجر مکی اور عام طور پر علماء نے امام ابو حنیفہ کو قرار دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: فقیر گفت امام ابو حنیفہ دریں حکم داخل است[3]۔ فقیر یعنی شاہ صاحب نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اس حکم میں داخل ہیں۔

ذکاوت و ذہانت

امام صاحب کی ذکاوت و طباعی مشہور ہے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔ کان فی اذکیاء بنی آدم یعنی امام ابو حنیفہ کا شمار دنیا کے منتخب اذکیاء میں ہے۔ امام صاحب کی ذہانت و فراست کو سب نے تسلیم کیا ہے۔ محمد انصاری کہتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی ایک ایک حرکت حتیٰ کہ بات چیت میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔ علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر آدمی دنیا کی عقل ایک پلے میں اور دوسرے پلے میں حضرت امام ابو حنیفہ کی عقل رکھی جائے تو امام صاحب کا پلہ بھاری ہوگا۔

---

[1] مقدمہ اوجز المسالک ص۹ [2] مسند امام احمد ج ۲ ص۲۹۶
[3] کلمات طیبات ص۱۶۸

امام صاحب کا علمی مرتبہ

امام وکیع فرماتے ہیں کہ میں کسی عالم سے نہیں ملا جو امام ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہ ہو اور ان سے بہتر نماز پڑھتا ہو۔[1]

نصر بن شمیل کہتے ہیں کہ فقہ سے لوگ غافل تھے تو امام صاحب نے بیدار کیا۔ اس کو مرتب ملخص کیا۔ سفیان ثوری نے ایک شخص سے فرمایا جو امام صاحب کی مجلس سے واپس آیا تھا، کہ روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے واپس آرہے ہو۔ خارجہ بن مصعب اور عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ علم و عقل میں امام ابو حنیفہ کی نظیر نہیں (علم سے مراد اس دور میں علم حدیث ہی ہوتا تھا۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانہ کے عالم تھے اور اس کے بعد امام شعبی اپنے زمانہ کے عالم ہوئے اور اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ۔ یعنی یہ تینوں اپنے اپنے دور میں بے مثال تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی نظیر میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔[2] امام شافعی فرماتے تھے کہ جس کو فقہ کی معرفت منظور ہو وہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کا دامن پکڑے۔

امام صاحب کی تابعیت

امام صاحب کے آغاز شباب تک چند صحابہ زندہ تھے، جیسے حضرت انسؓ بن مالک جو حضورؐ کے خادم خاص تھے، ۹۳ھ میں وفات پائی، ابو طفیل عامر بن واثلہ نے ۱۰۲ھ میں عبداللہ بن بسر المازنی نے ۹۶ھ میں وفات پائی۔ بہرحال جمہور محدثین و محققین کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ امام صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال پیغمبری دیکھنے والوں کے دیدار سے عقیدت کی آنکھیں روشن کی تھیں، بعض حضرات نے امام صاحب کی تابعیت کا انکار کیا ہے لیکن جمہور محدثین و محققین کا اس پر اتفاق ہے، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ بن مالک کو بار بار دیکھا، شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں کوفہ میں کئی صحابۂ کرام جمع تھے۔ لہٰذا امام صاحب کا طبقۂ تابعین میں ہونا ثابت شدہ حقیقت ہے۔

---

[1] حدائق ج ۱۔ ص ۱۹۵

[2] موفق ج ۲۔ ص ۵۱

یہ فضیلت دیگر ائمہ میں کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ جیسے امام مالک و امام اوزاعی وغیرہ[1] صاحب الکمال بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب نے ۲۶ صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے۔ اس لئے تمام محدثین کبار مثلاً حافظ ابن حجرؒ، علامہ ذہبی، علامہ نووی زین الدین عراقی، ابن جوزی، دارقطنی وغیرہ نے امام صاحب کی تابعیت کو تسلیم کیا ہے[2]

البتہ بحث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آیا امام صاحب کا کسی صحابیؓ سے روایت کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے صحابہؓ سے امام صاحب کی روایات کا انکار کیا ہے، امام دارقطنی ۳۸۵ھ نے کہا ہے۔ لم یلق ابو حنیفۃ احداً من الصحابۃؓ انہ لاقی انساً بعینہ ولم یسمع منہ[3] ابو حنیفہ نے کسی صحابیؓ سے ملاقات نہیں کی مگر حضرت انسؓ کو دیکھا ہے لیکن ان سے سماع حاصل نہیں ہے۔ خطیب بغدادی نے بھی دارقطنی سے پورا اتفاق کیا ہے، لکھتے ہیں لا یصح لابی حنیفۃ سماع من انس بن مالک[4] اس لئے ان کے بعد عام طور پر علماء نے انہیں کی تقلید کی ہے۔ تعجب ہے حافظ ابن حجرؒ جیسے محقق نے بھی ان دونوں سے اختلاف نہیں کیا، حالانکہ لسان المیزان میں ترجمہ عائشہ بنت عجرد کے تحت یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ان اباحنیفۃ صاحب الرای سمع عائشۃ بنت عجرد تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[5] یقول اکثر جند اللہ الجراد لا آکلہ ولا احرمہ[6]" بیشک ابو حنیفہ (صاحب الرای) نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ روئے زمین

---

[1] تہذیب التہذیب

[2] مقدمہ اوجز ص۲۰

[3] تبییض الصحیفہ ص۵

[4] تاریخ بغداد ج ۹ ص۱۱۱

[5] لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجرد .... [6] لسان المیزان میں عبارت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے حدیث کا متن ہم نے کنز العمال سے نقل کیا

پر اللہ کا بہت بڑا شکر ہنڈیاں ہیں جس کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ میں حرام کہتا ہوں۔ یہاں امام صاحبؒ کا حضرت عائشہؓ بنت عجرو سے سماع واضح طور پر ثابت ہے ان کے علاوہ متعدد صحابہؓ سے امام صاحب نے حدیثیں سنی ہیں بظاہر ان کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ امام مسلم کے نزدیک ایک معاصر اگر اپنے معاصر سے بطریقۂ عنعنہ روایت کرے تو وہ روایت متصل سمجھی جاتی ہے اور امام بخاریؒ کے نزدیک ایک مرتبہ ملاقات کا ہونا بھی اتصال کے لئے کافی ہے اس لئے دونوں کی شرطوں پر امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنا اتصال پر محمول ہوگا۔ اس لئے عبدالقادر قریشی، ملا علی قاری، حافظ بدرالدین عینی وغیرہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

امام صاحبؒ اور امام مالکؒ

خطیب بغدادی نے امام مالک کے اقوالِ جرح امام صاحب کے متعلق اپنی تاریخ میں نقل کئے ہیں، مگر شارح موطا ابوالولید باجی مالکی فرماتے ہیں کہ ان کا انتساب امام مالک کی طرف صحیح نہیں بلکہ سعدی، صمیری، موفق اور خوارزمی نے بیان کیا ہے کہ امام مالک امام صاحب کی کتابوں یعنی ان کے تلامذہ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے [1]

بعض علما نے امام ابو حنیفہؒ کو امام مالک کے تلامذہ میں شمار کیا ہے علامہ ذہبیؒ نے اشہب کا قول نقل کیا ہے۔

رأیت ابا حنیفة بین یدی مالک کالصبی بین یدی ابیه " میں نے امام ابوحنیفہ کو امام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا جس طرح بچہ باپ کے سامنے ہوتا ہے " اگرچہ امام صاحب کے لئے یہ بات کوئی عار کی نہیں ہے بلکہ یہ تو غایت کسرِ انکسار کی دلیل ہے، مگر علامہ کوثری نے اقوم المسالک میں اس واقعہ کی تردید کی ہے۔ فما یرد به الذهبی فی ترجمة مالک فی طبقات الحفاظ عن اشهب لا یصح الا اذا کان فی حق حماد بن ابی حنیفة دون ابیه لان میلاد اشهب سنة ۱۵۰ھ کما یقول ابن یونس الخ " (علامہ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں امام مالک کے ترجمہ میں اشہب

---

[1] تانیب الخطیب ص ۳

کی جو روایت نقل کی ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی ہے، ممکن ہے کہ امام صاحب کے صاحبزادے حماد کے سلسلے میں ان کا یہ بیان ہو۔ اس لئے کہ اشہب کی پیدائش ۱۴۵ھ میں ہے اور امام صاحب کا سن وفات ۱۵۰ھ ہے۔ گویا امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے وقت اشہب کی عمر ۵ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ پھر امام صاحب کے بارہ میں ان کا اس طرح کا کوئی بیان کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اشہب کی پیدائش مصر میں ہوئی تھی تو اس عمر کے بچے کے لئے مصر سے سفر کرکے مدینہ جانا اور امام مالک کی مجلس میں امام صاحب کو دیکھنا ناقابل فہم ہے۔

بلکہ امام صاحب کا امام مالک سے حدیث کی روایت کرنا بھی خود محتاج ثبوت ہے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح میں لکھا ہے، ان ابا حنیفۃ لم تثبت روایتہ، عن مالک وانما اوردہ الدارقطنی ثم الخطیب فی الرواۃ عنہ لروایتین وقعتا لھما باسنادین فیھما مقال وھما لم یلتزما فی کتابیھما الصحۃ۔ امام صاحب کا امام مالک سے روایت کرنا ثابت نہیں ہے۔ دارقطنی اور ان کے بعد خطیب نے امام مالک کے رواۃ میں صرف دو روایتوں کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کو شمار کیا ہے اور دونوں کی صحت میں کلام ہے اور خود دارقطنی اور خطیب نے اپنی کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علامہ کوثری کا رسالہ اقوم المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفۃ وروایۃ ابی حنیفۃ عن مالک۔

ماٰخذ علم

خطیب بغدادی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین ابو جعفر نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے کن صحابہ کا علم حاصل کیا ہے تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت علیؓ حضرت عبداللہؓ ابن عباس، حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے شاگردوں سے علم حاصل کیا ہے[1]

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۴

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مذہب حنفی کی بنیاد عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ حضرت علیؓ کے قضایا و فتاویٰ اور قاضی شریح وغیرہ قضاۃ کوفہ کے فتاویٰ پر ہے امام ابو حنیفہؒ نے ان حضرات کے آثار کو سامنے رکھ کر استنباط و استخراج مسائل کیا۔ نیز امام ابو حنیفہؒ ابراہیم نخعی اور ان کے تلامذہ کے مذہب سے بہت کم انحراف کیا کرتے تھے، ابراہیم نخعی کے مذہب پر تخریج مسائل میں امام صاحب کو بڑا ملکہ حاصل تھا فروعی مسائل کے وجوہ تخریج میں بہت ہی دقیق النظر واقع ہوئے تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

اگر تم ہمارے قول کی تحقیق کرنا چاہتے ہو تو ابراہیم نخعی کے اقوال کتاب الآثار لمحمد اور جامع عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ سے نکال لو اور ملا کر دیکھو تو شاذ ہی کسی جگہ اختلاف پاؤگے، اور اگر کسی جگہ اختلاف ہے تو فقہائے کوفہ کے خلاف نہ پاؤگے[1]

امام صاحب نے فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین میں جو عظیم الشان مجددانہ خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحب نے جس قدر مسائل مدون کئے ہیں ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد ہے[2]

امام صاحبؒ کی وفات

خاندان نبوت میں واقعہ کربلا کے بعد متعدد افراد نے انقلاب حکومت کی کوشش کی، محمد ذوالنفس الزکیہ نے مدینہ طیبہ میں اور ان کے مشورے سے ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ امام صاحب نے برملا ان کی تائید کی۔ مشہور ہے کہ منصور نے امام صاحب کے سامنے منصب قضاء کی پیشکش

---

[1] الانصاف فی سبب الاختلاف

[2] النکت الطریفہ ص۱۵۱ از کوثری ص۱۵

کی تھی، مگر امام صاحب نے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں منصور نے ۱۴۶ھ میں قید کر دیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ منصور نے ان کے خلاف جو سخت کارروائی کی اس کی وجہ عہدۂ قضا سے انکار نہ تھا بلکہ محمد و ابراہیم کی حمایت تھی جس کا منصور کو علم تھا بہر حال جیل خیری میں منصور نے آپ کو زہر دلوا دیا۔ جب اس کا اثر امام صاحب نے محسوس کیا تو سجدہ میں چلے گئے اور اسی حالت میں رجب ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

اولاد میں صرف ایک صاحبزادے حماد تھے۔

لمحات

شاہ ولی اللہ کی حکمت الٰہی کی یہ بنیادی کتاب ہے اس میں وجود سے کائنات کے ظہور تدلی اور تجلیات پر بحث ہے یہ کتاب عرصے سے ناپید تھی۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے ایک قلمی نسخہ کی تصحیح اور تشریحی حواشی اور مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

قیمت ۲ روپے